خطبہ استقبالیہ

منجانب،

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام۔ سی۔ ایس۔ پی

ناظم اعلیٰ اوقاف مغربی پاکستان

۹ر اکتوبر ۱۹۶۳ء

عالی مرتبت صدر پاکستان، عزت مآب گورنر صاحب و معزز حضرات!

آج ہم یہاں ایک ایسے متبرک اور تاریخی کام کے لیے جمع ہوئے ہیں جو پاکستان کے لیے بالعموم اور مغربی پاکستان کے لیے بالخصوص قابل صد فخر و مسرت ہے۔ یہ متبرک اور تاریخی کام ایک جامعہ کا قیام ہے، جس کا افتتاح آج ہمارے ملک کے دیدہ ور سربراہ صدر گرامی قدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں فرمائیں گے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صدر موصوف کی حکومت میں ملک و قوم کے ثبات و تحفظ اور ترقی و ارتقاء کے لیے متعدد تعمیری کارنامے سر انجام پائے ہیں اور پا رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ جہاں اور بہت سے مفید کارنامے پاکستان کی قومی تاریخ میں نمایاں طور پر ثبت ہوں گے، وہاں جامعہ اسلامیہ کا آغاز بھی انشاء اللہ العزیز ایک بلند مقام حاصل کرے گا۔

جامعہ اسلامیہ کا قیام ملک و قوم کا ایک ناگزیر تقاضا اور وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ جدید علوم و فنون کی حیرت انگیز ترقی، سائنسی ایجادات و انکشافات، علمی نظریات اور معاشرتی مسائل کی پیچیدگی کے ساتھ آگے بڑھتی ہوئی دنیا میں علوم اسلامیہ کے تحفظ و بقا اور اشاعت و فروغ کے لیے اس کے بغیر چارہ نہیں کہ علوم اسلامی کے علمبردار ایسے پختہ کار ہوں جنھیں ایک طرف ان علوم دینیہ میں تبحر حاصل ہو اور دوسری طرف علوم جدیدہ اور معاشرتی مسائل سے ایسی واقفیت ہو کہ وہ عصر حاضر کے مطابق اسلام کی خدمت کر سکیں۔ اور پاکستانیوں کی روحانی،

اخلاقی اور مذہبی ضرورتوں کو اس طرح پورا کریں کہ اس سے اسلامی نظریہ حیات کا بول بالا ہو جس کا پاکستان علمبردار ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک کوئی اعلیٰ پیمانے کی تربیت گاہ نہیں ہوگی ایسے پختہ کار کہاں سے قوم کو میسر آئیں گے۔

عصر حاضر میں پاکستان کو مذہبی قیادت کے لیے مساجد اور مراکز دینی کے نظم و نسق کے لیے، معاشرتی اصلاح کے لیے، دینی تبلیغ اور اسلامی درس و تدریس کے لیے ایسے علماء کی ضرورت ہے جو دینی علوم میں بھی ماہر ہوں اور دنیوی علوم میں بھی دسترس رکھتے ہوں۔ نظم و نسق میں بھی تربیت یافتہ ہوں، تصنیف و انشاء میں اور فن خطابت میں بھی ایک بلند معیار کے حامل ہوں۔ یہ ضرورت ایک اعلیٰ جامعہ کی تشکیل کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس جامعہ کی اسکیم مرتب کی گئی جو عزت مآب گورنر صاحب کی توجہ خصوصی سے آج پروان چڑھ رہی ہے، اور جس کے دروازے صدر ذی شان کے مبارک ہاتھوں سے قوم کے لیے کھولے جا رہے ہیں۔

کسی درس گاہ کی افادیت اور کامیابی کے دو ذرائع ہوتے ہیں (۱) نصاب تعلیم (۲) اساتذہ۔ جہاں تک نصاب کا تعلق ہے، ظاہر ہے کہ تمام ممکن مساعی کے باوجود کسی نصاب تعلیم کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ "حرف آخر" ہے اور اس میں مزید ترقی و اصلاح یا توسیع کی گنجائش نہیں۔ نصاب کی تشکیل ضرورتوں کے مطابق ہوتی ہے اور تغیر پذیر معاشرتی حالات میں ضرورتیں بدلتی رہتی ہیں۔ تاہم اس جامعہ کے لیے جس نصاب کی تدوین ہوئی ہے اسے حتی الامکان پورے غور و فکر کے ساتھ اور علمائے کرام اور ماہران تعلیم سے طویل مشوروں کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ اور اس امر کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ یہ نصاب مفید، معیاری، علمی ضروریات کو پورا کرنے والا اور علمی تبحّر کا حامل ہو۔

اس نصاب کی بنیاد رائج الوقت درس نظامی پر رکھی گئی ہے۔ جس میں زمانے کی ضروریات کے مطابق جدید علوم مثلاً انگریزی، معاشیات، تاریخ و جغرافیہ کو سمویا گیا ہے۔ ایک اور اہم خصوصیت اس نصاب کی یہ ہے کہ اس میں اسلامی علوم کے مفہوم کو وسعت دی گئی ہے۔ اور نہ صرف علوم دینی پر بلکہ ان کے متعلقہ علوم پر بھی خاص توجہ کی گئی ہے۔ مثلاً اسلامی تاریخ اور فارسی کو ہمارے قدیم مدارس میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں لیکن اسلامی علوم کی نشو و نما اور قومی ترقی و زوال کے اسباب کو سمجھنے کے لیے اسلامی تاریخ کا مطالعہ ناگزیر ہے اور جہاں تک فارسی کا تعلق ہے ہمارے متعدد مذہبی، روحانی اور فکری شاہکار اس زبان میں ہیں اور اس میں دسترس حاصل کیے بغیر ان سے صحیح استفادہ ممکن نہیں۔

ظاہر ہے کہ جس نصاب تعلیم میں حضرت امام ربانی کے مکتوبات، شاہ ولی اللہ اور شیخ عبدالحق محدث کی بیش بہا فارسی تصانیف اور اقبال کی مثنوی "اسرار و رموز" کو جگہ نہ دی گئی ہو اسے نہ اسلامی نقطۂ نظر سے مکمل کہا جا سکتا ہے نہ علمی اعتبار سے۔ ان اسباب کی بنا پر ہم نے اپنے نصاب میں عربی اور دینی علوم کو

اساسِ تعلیم بنانے کے ساتھ ساتھ اسلامی تاریخ اور فارسی تعلیم کو بھی نمایاں جگہ دی ہے اور ہمیں امید ہے کہ جامعہ کے فارغ التحصیل طلباء نہ صرف قوم کی دینی اور روحانی ضروریات کماحقہٗ پوری کریں گے بلکہ اصلاحِ معاشرہ اور اپنی تاریخ و ثقافت کے تحفظ میں بھی مفید خدمات سرانجام دے سکیں گے۔

نصابِ تعلیم کی مناسب تشکیل کے ساتھ ہم نے اساتذہ کے انتخاب پر بھی پوری توجّہ دی ہے۔ اور قدیم و جدید طرز کے اہلِ علم میں سے چوٹی کے علماء اور بہترین ماہرانِ تعلیم کو یہاں جمع کیا ہے۔ ہماری کوشش تھی کہ مختلف شعبوں کے صدر کم از کم اس معیار کے ہوں جو عصرِ حاضر کی یونیورسٹیوں نے اپنے سامنے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہمیں اس مقصد میں کامیابی ہوئی ہے، اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جامعہ کے کام کو ایک دینی خدمت سمجھ کر یہ بزرگ اس بات پر آمادہ ہو گئے ہیں کہ ذاتی دشواریوں اور اپنے قدیمی اداروں کی کشش کے باوجود اس کارِ خیر میں ہاتھ بٹائیں جس سے قوم کی دلی امنگیں اور امیدیں وابستہ ہیں۔ خدا انھیں جزائے خیر دے۔

جامعہ میں قدیم اور جدید دونوں طرز کے علماء ہیں۔ لیکن اصل زور دینی علوم پر ہوگا۔ ہمیں اس امر کا پورا احساس ہے کہ یہ ادارہ ایک جامعہ اسلامیہ ہے۔ انشاءاللہ یہاں دورِ حاضر کی باقاعدگی اور نظم و نسق کے ساتھ ایک اسلامی ماحول ہوگا، جو طلباء میں اسلام سے محبت، اسلامی اخلاق اور ایک اچھی زندگی کی صلاحیت و قابلیت پیدا کر سکے گا۔

ہم انشاءاللہ مناسب نصاب اور منتخب اساتذہ کے علاوہ ایک اچھا کتب خانہ بھی فراہم کریں گے۔ اور کوشش کریں گے کہ یہ ادارہ ایک مؤقر علمی اور تحقیقی مرکز بن سکے۔ آپ نے جامعہ کا امتیازی نشان دیکھا ہوگا۔ اس کے لیے قرآن پاک کے جو الفاظ منتخب ہوئے ہیں وہ ہیں "ربِّ زِدْنِی عِلْمًا"۔ امید ہے کہ اساتذہ اور طلباء ان الفاظ کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں گے اور زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ہم اسلامی علوم کے طلباء کے لیے ہر طرح آسانیاں بہم پہنچائیں گے۔ موزوں طلباء کے لیے معقول وظائف ہوں گے۔ لیکن ہماری نظر طلباء کی تعداد پر نہیں بلکہ علمی معیار پر ہے۔ ہم ان منتخب اور چیدہ علماء کی تربیت کرنا چاہتے ہیں جو آگے چل کر قوم کی علمی اور دینی رہنمائی کا کام سرانجام دے سکیں۔ خواہ ان کی تعداد تھوڑی ہو۔

اس جامعہ کی ایک قابلِ ذکر خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تشکیل میں ملک کے عام نظامِ تعلیم سے کسی قسم کی مخالفت یا حریفانہ رقابت کا جذبہ کارفرما نہیں۔ اس کا نصاب صحیح معنوں میں قدیم اور جدید کا حامل ہے۔ پہلے آٹھ بلکہ دس برس میں وہ کتابیں زیرِ مطالعہ رہیں گی جو جدید مدارس میں متداول ہیں۔ مختلف منازل پر اس امر کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ خفیف سے اہتمام کے ساتھ جامعہ کے طلباء سکولوں اور کالجوں میں منتقل ہو سکیں اور وہاں کے طلباء جامعہ میں آ سکیں۔ درجۂ التخصص میں، جو جامعہ کا آخری درجہ ہے، نہ صرف دارالعلوموں کے موزوں فارغ التحصیل داخل ہو سکیں گے بلکہ عربی کے بی۔ اے اور ایم۔ اے جو علومِ اسلامی میں دسترس رکھتے ہوں وہ بھی شریک ہو سکیں گے۔

بنیادی تعلیم سے آگے چل کر جہاں سے جامعہ کا صحیح کام شروع ہوتا ہے، طلبہ میں ایک عام وسعت نظر پیدا کرنے کے ساتھ اصل توجہ ان مضامین پر ہے جو جدید یونیورسٹیوں کے لائحۂ عمل سے باہر ہیں۔ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ کی تعلیم اور ان کے متعلقات یعنی عربی زبان و ادب اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ وغیرہ۔ ہمارا مطمح نظر قوم کی ان دینی، روحانی اور فکری ضروریات کو پورا کرنا ہے جو جدید یونیورسٹیوں کی توجہ کا مرکز نہیں۔ ہمارا مقصد جدید تعلیم کے خلاؤں کو پُر کرنا ہے اس کی مخالفت و مسابقت نہیں۔

شہر بہاولپور میں اس جامعہ کا قیام یہاں کے علمی اور اسلامی ماحول کے پیش نظر ہو رہا ہے۔ اس طرف خدا کے فضل و کرم سے دینی مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے۔ اس کے قرب و جوار میں ایک طرف ملتان ہے۔ جہاں آج سے ساڑھے بارہ سو سال پہلے جواں ہمت اور جواں سال سپہ سالار محمد بن قاسم نے اسلام کا پرچم بلند کیا تھا اور جسے آج سے ایک ہزار سال پہلے کے مؤرخ بھی قبۃ الاسلام یعنی (Citadle of Islam) لکھا کرتے تھے۔ دوسری طرف اُچ شریف ہے جو روحانی اور تبلیغی سرگرمیوں کا بڑا مرکز رہا ہے۔ اور جس کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے عہد اکبری میں لکھا تھا "گویند زمین اُچ و صحرائے او کیفیتے و حالتے دارد کہ در زمین ہائے دیگر نیست"

بہاولپور کی فضا ایک اسلامی جامعہ کے لیے نہایت مناسب و موزوں ہے۔ یہ وہ خطہ ہے جہاں کے صاحب دل اور مخیر فرمانرواؤں کے التفات سے اس قسم کی اسلامی درس گاہ کی نشوونما کے لیے پہلے سے مساعی رو بکار تھیں، اور علوم اسلامیہ اور علوم جدیدہ کے بُعد کو دور کرنے کے لیے کوششیں ہو رہی تھیں۔ جامعہ عباسیہ کی تشکیل ہو چکی تھی۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے زیر صدارت جامعہ کے نصاب میں تجدید کا پروگرام بھی بن چکا تھا۔ اگرچہ بعض وجوہ سے اس پروگرام کو عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا اور نہ ہی تخصص کے درجوں یعنی (Post Graduate Classes) کا جو ایک جامعہ کا طرۂ امتیاز ہیں انتظام ہو سکا۔ لیکن بہرکیف کام کی بہت منزلیں طے ہو گئی تھیں نیز جامعہ عباسیہ کی شاندار عمارت کی سہولت بھی میسر تھی اور ایک ایسی مضبوط اور وسیع بنیاد موجود تھی جس پر تیزی سے ملک کی اہم ترین اسلامی درس گاہ کی عمارت تعمیر ہو سکے۔ چنانچہ گورنر صاحب کی منظوری بلکہ ایما سے محکمۂ اوقاف نے بہاولپور ہی میں جامعہ اسلامیہ کے قیام کا فیصلہ کیا۔

میں صدر گرامی قدر کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ انھوں التفات کریمانہ فرما کر اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود ہماری استدعا کو قبول فرمایا اور اس ادارہ کے افتتاح کے لیے بہاولپور تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی۔ ممدوح نے یہ سفر اسلام کی محبت اور علوم اسلامی میں دلچسپی سے متاثر ہو کر کیا ہے۔ جو کارکنوں کی انتہائی حوصلہ افزائی کا باعث ہے اور اس دینی، علمی اور اخلاقی ادارہ کی کامیابیوں کا ضامن ہے۔

حضور والا! ہم جناب کی اس کرم فرمائی کے لیے انتہائی ممنون و شکر گزار ہیں۔

اس سلسلے میں بڑی کوتاہی ہو گی اگر میں جناب عزت مآب ملک امیر محمد خاں صاحب کا شکریہ ادا نہ کروں جو محکمۂ اوقاف کے کاموں میں خاص انہماک سے مسلسل توجہ فرماتے رہتے ہیں اور جن کے ایما اور ہدایات کے مطابق آج یہ اہم کارنامہ رونما ہو رہا ہے۔

میں مسٹر بشیر احمد صاحب قریشی سابق کمشنر بہاولپور، شیخ منظور الٰہی معتمد تعلیمات مغربی پاکستان اور بہاولپور کے موجودہ کمشنر دربار علی شاہ صاحب اور دیگر عہدہ داروں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے سرگرم تعاون کے بغیر اتنی قلیل مدت میں اس منصوبے کا تکمیل پذیر ہونا مشکل تھا۔

اس درسگاہ کے متعلق ہماری جو تجویزیں اور ارادے ہیں میں ان کا آج ذکر نہیں کروں گا۔ انشاء اللہ ہمارا عمل ان کی ترجمانی کرے گا۔ بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ وہ ہمارے نیک ارادوں میں ہمیں کامیابی عطا فرمائے اور اس جامعہ سے ایسے طلبہ فارغ التحصیل ہو کر نکلیں جو کثیر العلم، روشن خیال، سچے مسلمان اور سچے پاکستانی ثابت ہوں۔

میں آخر میں صدر گرامی قدر! آپ کا مکرر شکریہ ادا کرتے ہوئے بصد ادب و احترام درخواست کرتا ہوں کہ اپنے گراں قدر ارشادات سے ہمیں سرفراز کریں اور اپنی دعاؤں کے ساتھ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کا افتتاح فرمائیں۔